ترجمۂ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم

ترتیب وتدوین: لطف الرحمٰن خان

نظر ثانی: حافظ محمد زبیر

سورۃ البقرۃ (مسلسل)

آیت ۱۸۹

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ
بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِھَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ
اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٨٩﴾﴾

و ق ت

وَقَتَ (ض) وَقْتًا: کسی کام کے کرنے کے زمانے کی سرحد مقرر کرنا' وقت مقرر کرنا۔

وَقْتٌ (اسم ذات): زمانے کی طے شدہ سرحد' وقت۔ ﴿فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٣٨﴾﴾ (الحجر) ''پس بیشک تو مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے' معلوم وقت کے دن تک۔''

مَوْقُوْتٌ (اسم المفعول): مقرر کیا ہوا وقت۔ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾﴾ (النساء) ''بیشک نماز مؤمنوں پر مقرر کیے ہوئے وقت پر فرض ہے۔''

مِيْقَاتٌ ج مَوَاقِيْتُ (مِفْعَالٌ کے وزن پر اسم آلہ): کسی کام کے کرنے کی سرحد کو شناخت کرنے کا آلہ: (۱) طے شدہ وقت۔ (۲) نشان زدہ جگہ۔ ﴿فَجُمِعَ السَّحَرَةُ

لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ (الشعراء) ''تو جمع کیے گئے سب جادوگر ایک معلوم دن کے طے شدہ وقت پر۔'' ﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا﴾ (الاعراف:١٤٣) ''اور جب آئے موسیٰ ہماری طے شدہ جگہ پر۔''

وَقَّتَ (تفعیل) تَوْقِيْتًا: مقررہ وقت یا جگہ پر جمع کرنا' اکٹھا کرنا۔ ﴿وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿١١﴾﴾ (المرسلٰت) ''اور جب تمام رسول جمع کیے جائیں گے''۔ ''اُقِّتَتْ'' اصل میں ''وُقِّتَتْ'' تھا۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب واؤ کسی کلمہ کے شروع میں آ رہی ہو اور اس کا ضمہ لازم ہو تو اُسے ہمزہ سے بدلا جا سکتا ہے۔ اسی بناء پر ''وُجُوْهٌ'' کو ''اُجُوْهٌ'' پڑھنا جائز ہے۔

ترکیب: ''يَسْئَلُوْنَ'' فعل ہے۔ اس کا فاعل ''هُمْ'' کی ضمیر ہے اور مفعول ''كَ'' کی ضمیر ہے۔ ''هِيَ'' مبتدا ہے۔ ''مَوَاقِيْتُ'' اس کی خبر ہے' جبکہ ''لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ'' متعلق خبر ہے۔ ''اَلْحَجِّ'' کی جر بتا رہی ہے کہ یہ ''لِلنَّاسِ'' کے حرف جارہ ''لِ'' کے زیر اثر ہے۔ ''لَيْسَ'' کا اسم ''اَلْبِرُّ'' ہے اور ''بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ'' پورا جملہ اس کی خبر ہے' جبکہ ''مِنْ ظُهُوْرِهَا'' متعلق فعل ہے۔ ''لٰكِنَّ'' کا اسم ''اَلْبِرَّ'' ہے اور ''مَنْ'' اس کی خبر ہے جو کہ مضاف الیہ ہے۔ اس کا مضاف ''بِرُّ'' محذوف ہے۔ پورا جملہ اس طرح ہوتا ''وَلٰكِنَّ الْبِرَّ بِرُّ مَنْ'' (اور لیکن (بلکہ) اصل نیکی اس کی نیکی ہے جس نے)۔ ''اَلْبِرُّ'' اور ''اَلْبِرَّ'' دونوں پر لامِ جنس ہے۔

ترجمہ:

يَسْئَلُوْنَكَ: وہ لوگ پوچھتے ہیں آپؐ سے	عَنِ الْاَهِلَّةِ: باریک چاندوں کے بارے میں
قُلْ: آپؐ کہہ دیجیے کہ	هِيَ: یہ
مَوَاقِيْتُ: زمانے کی سرحدوں کو شناخت کرنے کے ذریعے ہیں	لِلنَّاسِ: لوگوں کے لیے
وَالْحَجِّ: اور حج کے لیے	وَلَيْسَ الْبِرُّ: اور یہ اصل نیکی نہیں ہے
بِاَنْ تَاْتُوا: کہ تم لوگ آؤ	الْبُيُوْتَ: گھروں میں
مِنْ ظُهُوْرِهَا: ان کے پچھواڑوں سے	وَلٰكِنَّ الْبِرَّ: اور لیکن (بلکہ) اصل نیکی
مَنِ: اس کی ہے جس نے	اتَّقٰى: تقویٰ اختیار کیا
وَاْتُوا: اور تم لوگ آؤ	الْبُيُوْتَ: گھروں میں

مِنْ اَبْوَابِهَا : ان کے دروازوں سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ: اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ: شاید کہ تم لوگ فلاح پاؤ

نوٹ (۱) : چاند کا گھٹنا بڑھنا ایک ایسا منظر ہے جس نے ہر زمانے میں انسان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق طرح طرح کے اوہام دنیا میں رائج رہے ہیں اور اب تک رائج ہیں‘ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند میں کمی وبیشی کا کوئی اثر انسان کی قسمت پر پڑتا ہے۔ اہل عرب میں بھی ایسے اوہام پائے جاتے تھے جن کی حقیقت نبی اکرم ﷺ سے دریافت کی گئی۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ چاند کا گھٹنا بڑھنا اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ ایک قدرتی کیلنڈر ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ (۲) : حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت کی وجہ سے صحابہ کرام ؓ نے سوالات بہت کم کیے ہیں‘ اور ان کے جن سوالات کا ذکر قرآن میں آیا ہے وہ کل چودہ ہیں‘ جن میں ایک سوال اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ ہے‘ دوسرا یہ ہے‘ اور ان کے بعد سورۃ البقرۃ میں ہی چھ سوال اور مذکور ہیں‘ جبکہ باقی چھ سوالات مختلف سورتوں میں آئے ہیں۔ (معارف القرآن)

نوٹ (۳) : اس آیت کے ’’لَيْسَ الْبِرُّ‘‘ والے جزو سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس چیز کو اسلام نے عبادت یا ضروری قرار نہیں دیا اسے اپنی طرف سے ضروری یا عبادت سمجھ لینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جو چیز شرعاً جائز ہو اس کو گناہ سمجھنا بھی گناہ ہے۔ بدعات کے ناجائز ہونے کی بڑی وجہ یہی ہے۔ (معارف القرآن)

آیت ۱۹۰

﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

ترکیب : ’’قَاتِلُوْا‘‘ فعل امر ہے۔ اس کا فاعل ’’اَنْتُمْ‘‘ کی ضمیر ہے‘ جبکہ ’’اَلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ‘‘ پورا جملہ اس کا مفعول ہے۔ ’’فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ‘‘ متعلق فعل ہے۔ ’’اِنَّ‘‘ کا اسم لفظ ’’اللّٰهَ‘‘ ہے اور ’’لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ‘‘ پورا جملہ اس کی خبر ہے۔

ترجمہ:

وَقَاتِلُوْا : اور تم لوگ قتال کرو فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : اللہ کی راہ میں

الَّذِیْنَ : ان لوگوں سے جو	یُقَاتِلُوْنَکُمْ : قتال کرتے ہیں تم لوگوں سے
وَلَا تَعْتَدُوْا : اور زیادتی مت کرو	اِنَّ اللّٰہَ : بیشک اللہ
لَا یُحِبُّ : محبت نہیں کرتا	الْمُعْتَدِیْنَ : زیادتی کرنے والوں سے

آیت ۱۹۱

﴿وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْہِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ ۭ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ﴾

ث ق ف

ثَقِفَ (س) ثَقْفًا: (۱) مہارتِ نگاہ سے کسی چیز کا ادراک کرنا' کسی چیز کو پالینا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔ (۲) کامیاب ہونا' کسی کو جا پکڑنا۔ ﴿اِنْ یَّثْقَفُوْکُمْ یَکُوْنُوْا لَکُمْ اَعْدَآءً﴾ (المُمتحنۃ:۲) ''اگر وہ لوگ پکڑ پائیں تم کو تو وہ لوگ ہو جائیں گے تمہارے دشمن۔''

ترکیب: اس آیت میں ''ھُمْ'' کی ضمیریں گزشتہ آیت کے ''اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ'' کے لیے ہیں۔ ''اَلْفِتْنَۃُ'' مبتدأ ہے اور اس کے بعد ''فِی الدِّیْنِ'' محذوف ہے۔ ''اَشَدُّ'' تفضیل بعض ہے اور خبر ہے۔ ''فِیْہِ'' میں ''ہٗ'' کی ضمیر مسجدِ حرام کے لیے ہے۔ ''فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ'' کے بعد ''فِیْہِ'' محذوف ہے۔ ''جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ'' مرکب اضافی ہے اور مبتدأ مؤخر ہے۔

ترجمہ:

وَاقْتُلُوْھُمْ : اور تم لوگ قتل کرو اُن کو	حَیْثُ : جہاں کہیں
ثَقِفْتُمُوْھُمْ : تم لوگ پاؤ ان کو	وَاَخْرِجُوْھُمْ : اور نکالو اُن کو
مِّنْ حَیْثُ : جہاں سے	اَخْرَجُوْکُمْ : انہوں نے نکالا تم کو
وَالْفِتْنَۃُ : اور آزمائش (دین میں)	اَشَدُّ : زیادہ شدید ہے
مِنَ الْقَتْلِ : قتل سے	وَلَا تُقٰتِلُوْ : اور تم لوگ جنگ مت کرو
ھُمْ : اُن سے	عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : مسجد حرام کے پاس

حَتّٰی : یہاں تک کہ　　یُقٰتِلُوْکُمْ : وہ لوگ جنگ کریں تم سے
فِیْهِ : اس میں　　فَاِنْ : پس اگر
قٰتَلُوْکُمْ : وہ لوگ جنگ کریں تم سے (اس میں)　　فَاقْتُلُوْهُمْ : تو تم لوگ قتل کرو ان کو (اس میں)
کَذٰلِكَ : اس طرح　　جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ : کافروں کی جزا ہے

نوٹ (۱) : مکّہ میں مسلمان کمزور تھے تو انہیں حکم دیا گیا تھا کہ مخالفین کے ظلم پر صبر کریں اور ثابت قدم رہیں۔ اس حکم میں پہلی ترمیم سورۃ الحج کی آیت ۳۹ میں نازل ہوئی جس میں مخالفین سے جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے بعد مذکورہ بالا آیات (۱۹۰، ۱۹۱) میں ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور زخمیوں پر ہاتھ اٹھانے، کھیتوں اور مویشیوں کو تباہ کرنے اور اسی قسم کے دوسرے وحشیانہ افعال کی اجازت نہیں ہے۔ یہ سب "زیادتی کرنے" کی تعریف میں آتے ہیں اور حدیث میں ان سب کی ممانعت آئی ہے۔

نوٹ (۲) : بات جنگ کرنے کے حکم سے شروع ہوئی ہے۔ اس لیے "حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ" کے حکم کا اطلاق ان لوگوں پر ہوگا جن کے خلاف اعلانِ جنگ ہو اور جو جنگ میں حصہ لے رہے ہوں۔ عام حالات میں کسی غیر مسلم پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔ جزیرہ نمائے عرب کے باہر مفتوحہ علاقوں میں خلفاء راشدین کا طرزِ عمل اس بات کی سند ہے۔

نوٹ (۳) : فتنہ ایک کثیر المعانی لفظ ہے۔ اس آیت میں یہ لفظ جس مفہوم میں استعمال ہوا ہے، اسے سمجھ لیں۔ کوئی قوم رائج الوقت نظریات کی جگہ اپنے عقائد و نظریات سے اپنے نظامِ حیات کی اصلاح کی جب کوشش کرتی ہے تو رائج الوقت نظریات کے ٹھیکیدار اس کا مقابلہ بالعموم دلائل کے بجائے جبر سے کرتے ہیں۔ یہ جبر خواہ معاشی ناکہ بندی (sanctions) کی شکل میں ہو، ہتھیاروں کے استعمال کی شکل میں ہو یا تشدد (persecution) کی کوئی بھی شکل ہو، ان سب کو یہاں فتنہ کہا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے کہ persecution قتل سے زیادہ گھناؤنا جرم ہے، اس لیے اس نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ persecution کے مقابلے کے لیے جوابی کارروائی کریں، خواہ اس کے لیے ہتھیار ہی کیوں نہ اٹھانے پڑیں۔ اس جوابی کارروائی کو دہشت گردی قرار دینا ذہنی اور اخلاقی دیوالیہ پن کا ثبوت ہے۔

آیت۱۹۲

﴿فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾﴾

ن ھ ی

نَھٰی (ف) نَھْیًا : (۱) کسی کام سے منع کرنا' روکنا۔ (۲) ذہین ہونا' زیرک ہونا (تاکہ صحیح چیز سے روکے)۔ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ﴾ (العنکبوت:۴۵) ''بے شک نماز روکتی ہے بے حیائیوں سے اور برائی سے۔''

اِنْهَ (فعل امر) :تو منع کر' تو روک۔ ﴿وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (لقمن:۱۷) ''تو ترغیب دے نیکی کی اور منع کر برائی سے۔''

نَاہٍ (اسم الفاعل) : منع کرنے والا۔ ﴿اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (التوبۃ:۱۱۲) ''ترغیب دینے والے نیکی کی اور منع کرنے والے برائی سے۔''

نُھٰی (اسم ذات) : ذہانت' فراست۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾﴾ (طٰہٰ) ''یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ذہانت والوں کے لیے۔''

تَنَاھٰی (تفاعل) تَنَاھِیًا : باہم ایک دوسرے کو روکنا۔ ﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ﴾ (المائدۃ:۷۹) ''وہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں روکا کرتے تھے کسی برائی سے۔''

اِنْتَھٰی (افتعال) اِنْتِھَاءً : اہتمام سے خود کو منع کرنا' رک جانا' باز آنا۔ ﴿اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ﴾ (الانفال:۳۸) ''اگر وہ لوگ باز آجائیں تو انہیں معاف کر دیا جائے گا۔''

اِنْتَهِ (فعل امر) :تو باز آ۔ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ﴾ (النساء:۱۷۱) ''اور تم لوگ مت کہو کہ (اللہ) تین ہیں۔ تم لوگ باز آؤ' تمہارے لیے بہتر ہے۔''

مُنْتَہٍ (اسم الفاعل) : رکنے والا' باز آنے والا۔ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾﴾ (المائدۃ) ''تو کیا تم لوگ باز آنے والے ہو؟''

مُنْتَھٰی (اسم المفعول ہے جو ظرف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے) : رکنے کی جگہ۔ ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾﴾ (النجم) ''رکنے کے بیری کے درخت کے پاس۔''

ترکیب : ''فَاِنِ انْتَهَوْا'' شرط ہے اور ''فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'' جواب شرط ہے۔ ''اِنْتَهَوْا'' فعل ماضی میں جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے' اس لیے اس پر حرفِ شرط ''اِنْ'' نے کوئی عمل نہیں کیا۔

ترجمہ:

فَاِنِ : پس اگر	انْتَھَوْا : وہ لوگ باز آ ئیں
فَاِنَّ اللّٰہَ : تو یقیناً اللہ	غَفُوْرٌ : بے انتہا بخشنے والا ہے
رَّحِیْمٌ : ہر حال میں رحم کرنے والا ہے	

نوت (۱) : باز آنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر وہ لوگ اپنی پوجا پاٹ سے باز آ جائیں' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ اپنی تشدد کی روش سے باز آ جائیں تو چونکہ اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے اس لیے تم بھی ان سے کچھ نہ کہو اور انہیں معاف کر دو۔

آیت ۱۹۳

﴿ وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ۭ فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴾

ترکیب : ''حَتّٰی'' کے بعد ''اَنْ'' مقدر ہے جس کی وجہ سے ''لَا تَکُوْنَ'' منصوب ہے اور یہ ''کَانَ'' تامہ ہے۔ ''فِتْنَۃٌ'' اس کا فاعل ہے۔ ''یَکُوْنَ'' کی نصب بتا رہی ہے کہ یہ ''تَکُوْنَ'' پر عطف ہے۔ یہ ''کَانَ'' ناقصہ ہے اور ''اَلدِّیْنُ'' اس کا اسم ہے۔ ''لِلّٰہِ'' متعلق خبر محذوف ہے۔ ''فَلَا عُدْوَانَ'' پر لائے نفی جنس ہے اور یہ مبتدأ ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے جو کہ ''وَاجِبٌ'' یا ''ثَابِتٌ'' ہو سکتی ہے۔ قائم مقام خبر ''عَلَیْھِمْ'' بھی محذوف ہے۔ ''اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ'' اس کا استثناء ہے۔

ترجمہ:

وَقٰتِلُوْھُمْ : اور تم لوگ جنگ کرو ان سے	حَتّٰی : یہاں تک کہ
لَا تَکُوْنَ : نہ ہو	فِتْنَۃٌ : کوئی تشدد
وَّیَکُوْنَ : اور (یہاں تک کہ) ہو	الدِّیْنُ : نظام حیات
لِلّٰہِ : اللہ کے لیے	فَاِنِ انْتَھَوْا : پھر اگر وہ لوگ باز آ جائیں
فَلَا عُدْوَانَ : تو کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں ہے (ان پر)	اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ : مگر ظلم کرنے والوں پر

نوٹ (۱) : اوپر ترکیب میں ''کَانَ'' تامہ کی بات ہوئی ہے' اسے سمجھ لیں۔ ''کَانَ'' افعالِ ناقصہ میں سے ہے۔ اس لیے عام طور پر اس کا ایک اسم اور ایک خبر ہوتی ہے' تب بات

مکمل ہوتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کا صرف اسم ہوتا ہے اور خبر کوئی نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں ''کَانَ'' فعل ہوتا ہے اور اس کا اسم دراصل اس کا فاعل ہوتا ہے اور فعل فاعل مل کر بات مکمل کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ ایسے ''کَانَ'' کو ''کَانَ تامہ'' کہتے ہیں۔

نوٹ (۲) : ''لَا تَکُوْنَ'' کا فاعل اگر ''اَلْفِتْنَۃُ'' ہوتا تو اس کا مطلب ہوتا کہ مذہب کی بنیاد پر مسلمانوں پر جو تشدد ہو رہا ہے وہ ختم ہو جائے۔ لیکن یہاں پر ''فِتْنَۃٌ'' نکرہ لا کر ہدایت کی گئی ہے کہ جنگ کر کے جس تشدد کو تم نے ختم کیا ہے' اب غالب ہونے کے بعد خود اس کا ارتکاب مت کرنا۔ اس لیے مذہب کی بنیاد پر کسی غیر مسلم پر کسی قسم کا تشدد جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈبل اسٹینڈرڈ میڈ اِن یو۔ ایس۔ اے کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مذہبی تشدد اگر ناجائز ہے تو پھر نظامِ حیات اللہ کے لیے ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ غلبہ حاصل کرنے کے بعد اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے Personal Laws ان کے عقائد و نظریات کے مطابق ہی رہیں گے اور انہیں ان پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہو گی۔ جبکہ دین اللہ کے لیے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک کے Public Laws قرآن و سنت کے مطابق ہوں گے۔

نوٹ (۳) : ''فَلَا عُدْوَانَ'' میں اصل ہدایت یہ ہے کہ غلبہ حاصل کرنے کے بعد مغلوب مخالفین کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کی جائے۔ البتہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جن کے جرائم کی نوعیت زیادہ سنگین اور فہرست طویل ہو۔ جنگ بدر کے تمام جنگی قیدی رہا کیے گئے' لیکن دو کو قتل کیا گیا۔ فتح مکہ میں عام معافی کے اعلان کے ساتھ سترہ افراد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا جن میں سے چار قتل بھی کیے گئے۔

آیت ۱۹۴

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾﴾

ترکیب : ''اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ'' مبتدأ ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے جو کہ ''قَائِمٌ'' ہو سکتی ہے۔ ''بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ'' قائم مقام خبر ہے۔ ''اَلْحُرُمٰتُ'' مبتدأ ہے اور ''قِصَاصٌ'' خبر ہے۔ ''قِصَاصٌ'' واحد' تثنیہ' جمع سب کے لیے آتا ہے' کیونکہ مبتدأ اور خبر

میں عدد کی مناسبت اس صورت میں ضروری ہوتی ہے جبکہ مبتدا اور خبر دونوں اسم مشتق ہوں۔
''فَمَنِ اعْتَدٰی'' شرط ہے''فَاعْتَدُوْا'' جوابِ شرط ہے۔

ترجمہ:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ: محترم مہینہ
بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ: محترم مہینے سے ہے
وَالْحُرُمٰتُ: اور تمام محترم چیزیں
قِصَاصٌ: بدلہ ہیں
فَمَنِ: پس جو
اعْتَدٰی: زیادتی کرے
عَلَيْكُمْ: تم لوگوں پر
فَاعْتَدُوْا: تو تم لوگ (بھی) زیادتی کرلو
عَلَيْهِ: اس پر
بِمِثْلِ مَا: اُس جیسی سے جو
اعْتَدٰی: اس نے زیادتی کی
عَلَيْكُمْ: تم لوگوں پر
وَاتَّقُوا اللّٰهَ: اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو
وَاعْلَمُوْآ: اور جان لو
اَنَّ اللّٰهَ: کہ اللہ
مَعَ الْمُتَّقِيْنَ: متقی لوگوں کے ساتھ ہے

نوٹ (۱): آیت کے شروع میں اصولی بات عربی محاورہ میں بیان کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مہینے کا احترام اس کا احترام کرنے سے ہوتا ہے اور ہر احترام دراصل بدلہ ہوتا ہے۔ یعنی ایک فریق کسی محترم چیز کا جتنا احترام کرے گا اتنا ہی دوسرا فریق بھی کرے گا۔ اگر ایک فریق احترام نہ کرے تو دوسرے فریق سے بھی احترام کی پابندی ختم ہو جاتی ہے۔ آگے پھر اسی کی وضاحت ہے۔

آیت ۱۹۵

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

ھ ل ك

هَلَكَ (ض) هَلَاكًا: (۱) تباہ و برباد ہونا۔ (۲) کسی جاندار کا مردہ ہونا' مرنا' ہلاک ہونا۔ ﴿هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝﴾ (الحاقة) ''تباہ و برباد ہوئی (یعنی جاتی رہی) مجھ سے میری قوت''۔ ﴿حَتّٰى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ﴾ (المؤمن: ۳٤) ''یہاں تک کہ جب اُن کا انتقال ہوا تو تم لوگوں نے کہا ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ ان کے بعد کوئی

رسول''۔

هَالِكٌ (اسم الفاعل) : ہلاک ہونے والا' تباہ و برباد ہونے والا۔ ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلاَّ وَجْهَهٗ﴾ (القصص:٨٨) ''ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔''

مَهْلِكٌ (اسم الظرف) : ہلاک ہونے کی جگہ یا وقت۔ ﴿مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ﴾ (النمل:٤٩) ''ہم موجود نہیں تھے اس کے گھر والوں کے ہلاک ہونے کے وقت۔''

تَهْلُكَةٌ (اسم ذات) : تباہی' بربادی' ہلاکت۔ آیت زیر مطالعہ۔

اَهْلَكَ (افعال) اِهْلَاكًا : تباہ و برباد کرنا' ہلاک کرنا۔ ﴿اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾ (البلد) ''میں نے برباد کیا ڈھیروں مال۔'' ﴿لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ﴾ (الاعراف:١٥٥) ''اگر تو چاہتا تو ہلاک کرتا ان کو اس سے پہلے۔''

مُهْلِكٌ (اسم الفاعل) : برباد کرنے والا' ہلاک کرنے والا۔ ﴿ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ﴾ (الانعام) ''یہ اس لیے کہ نہیں ہے تیرا ربّ بستیوں کا ہلاک کرنے والا ظلم سے اس حال میں کہ اس کے لوگ غافل ہوں۔''

ترکیب : انفاق کا لفظ مال خرچ کرنے کے لیے ہی آتا ہے اس لیے ''اَنْفِقُوْا'' کا مفعول محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ سیاق و سباق کے لحاظ سے اس آیت میں ''فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ'' سے مراد جہاد ہے اس لیے اس کے بعد ''لِلْجِهَادِ'' محذوف مانا جائے گا۔ ''وَلَا تُلْقُوْا'' کا مفعول ''اَنْفُسَكُمْ'' محذوف ہے' جبکہ ''اَمْوَالَكُمْ'' کو محذوف ماننے کی بھی گنجائش ہے۔

<u>ترجمہ:</u>

وَاَنْفِقُوْا : اور تم لوگ مال خرچ کرو	فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ : اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے)
وَلَا تُلْقُوْا : اور تم لوگ مت پھینکو (اپنے آپ کو)	بِاَیْدِیْكُمْ : اپنے ہاتھوں سے
اِلَی التَّهْلُكَةِ: بربادی کی طرف	وَاَحْسِنُوْا: اور تم لوگ بلا کم و کاست کام (جہاد) کرو
اِنَّ اللّٰهَ : یقیناً اللہ	یُحِبُّ : محبت کرتا ہے

الْمُحْسِنِيْنَ : بلاکم و کاست کام کرنے
والوں سے

نوٹ (۱): مسلمانوں میں کچھ تربیت یافتہ پہلوان پائے جاتے ہیں جو قرآن کے ساتھ کشتی لڑتے ہیں۔ ایسے لوگ اس آیت میں ''وَلَا تُلْقُوْا'' کے بعد ''اَنْفُسَكُمْ'' کے بجائے ''اَمْوَالَكُمْ'' کو محذوف مانتے ہیں اور مطلب یہ نکالتے ہیں کہ جہاد کے لیے خرچ کر کے اپنا مال تباہی کی طرف مت پھینکو۔ یہ کھلی اور ننگی جہالت' بددیانتی اور دھوکہ دہی ہے۔ ان کی اتنی بات تو درست ہے کہ گرامر کے لحاظ سے یہاں ''اَمْوَالَكُمْ'' کو محذوف ماننے کی گنجائش ہے' لیکن ایسی صورت میں اس آیت کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جہاد کے لیے مال خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے مال کو تباہی کی طرف مت پھینکو' یعنی اگر جہاد پر خرچ نہیں کرو گے تو تمہارا مال تباہ ہو جائے گا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ جو قومیں جہاد ترک کر دیتی ہیں وہ خود بھی تباہ و برباد ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ان کا مال بھی مٹی ہو جاتا ہے۔

نوٹ (۲): اس آیت سے فقہاء نے یہ حکم بھی نکالا ہے کہ مسلمانوں پر زکوۃ کے علاوہ بھی دوسرے حقوق فرض ہیں (یعنی ان کے مال میں)' مگر وہ نہ دائمی ہیں اور نہ ان کے لیے کوئی نصاب متعین ہے' بلکہ جب اور جتنی ضرورت ہو اُس کا انتظام کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ (معارف القرآن)۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت میں ہلاکت سے مراد ترک جہاد ہے' اسی لیے انہوں نے ساری عمر جہاد میں صرف کر دی اور قسطنطنیہ میں شہید ہو کر وہیں مدفون ہوئے۔ (معارف القرآن)

تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا نقیب

غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کا حدی خواں

ماہنامہ **میثاق** لاہور

مدیر مسئول: ڈاکٹر اسرار احمد

قیمت فی شمارہ: 15 روپے سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 150 روپے